درس قرآن

سورۃ البقرۃ آیت:۲۶-۲۷

اسماعیل محمد امین

﴿إن الله لا يستحي أن يضرب مثلا ما بعوضة فما فوقها فأما الذين آمنوا فيعلمون أنه الحق من ربهم وأما الذين كفروا فيقولون ماذا أراد الله بهذا مثلا يضل به كثيرا و يهدي به كثيرا وما يضل به إلا الفاسقين ۞ الذين ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه ويقطعون ما أمر الله به أن يوصل و يفسدون في الأرض أولئك هم الخاسرون ۞﴾ (البقرة: ٢٦-٢٧) ''یقیناً اللہ تعالیٰ کسی مثال کے بیان کرنے سے نہیں شرماتا، خواہ مچھر کی ہو یا اس سے بڑھ کر ہو، پس جو ایمان والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق بات ہے۔ لیکن جنہوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ نے کیا مراد لی ہے!؟ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور اس کے ذریعے صرف فاسقوں کو گمراہ کرتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مضبوط عہد کو توڑ دیتے ہیں اور جس کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں''۔

سابقہ آیات سے ربط وسبب نزول:

۱۔ سابقہ چند آیتوں سے پہلے جب اللہ تعالیٰ نے منافقین کی حقیقت کو چند مثالوں کے ذریعے بیان فرمایا جیسے: ﴿مثلهم كمثل الذي استوقد نارا ......﴾ ﴿أو كصيب من السماء فيه ظلمات ......﴾ تو منافقین کہنے لگے کہ اس طرح کی مثالیں بیان کرنا اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں۔ ان پر رد کرتے ہوئے دونوں آیتیں نازل فرمائیں۔ حافظ ابن جریرؒ نے اسی قول کو راجح کہا ہے۔

۲۔ حضرت قتادۃؒ وغیرہ سے یہ بھی مروی ہے کہ مشرکین اور کفار کے معبودانِ باطلہ کی حقیقت حال کو بیان کرتے ہوئے قرآن پاک میں جب مکھی اور مکڑی کی مثال ذکر ہوئی تو مشرکین بطور اعتراض کہنے لگے کہ اگر یہ واقعی اللہ کا کلام ہے تو اس میں ایسی حقیر چیز کا ذکر ہی مناسب نہیں۔ ان مثالوں کے ذکر کرنے سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ ان سب پر رد کرتے ہوئے اللہ

تعالیٰ نے دونوں آیتیں نازل فرمائیں۔(تفسیر ابن جریر، ابن کثیر، القرطبی)

۳۔ بعض مفسرین نے یہاں یہ احتمال بھی ذکر کیا ہے کہ اعتراض کرنے والے یہود ہوں گے کیونکہ ان کی صفات میں آیا ہے: ﴿ینقضون عھد اللہ﴾ یعنی ''وہ اللہ سے کیے ہوئے وعدوں کو توڑتے ہیں''۔اور یہ مذموم صفت دوسروں کی نسبت یہود میں زیادہ نمایاں ہے۔(تفسیر ابن عاشور، القرطبی)

۴۔ مشہور مفسر ابن عاشورؒ نے زیر تفسیر آیتوں کا سابقہ آیتوں کے ساتھ ایک اور انداز سے ربط بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیتوں میں دلائل قاطعہ سے قرآن کے معجزہ ہونے اور منزل من عنداللہ ہونے کو ثابت کیا تو کفار نے ایک دوسرے طریقے سے اعتراض کرتے ہوئے کہا اگر یہ کلام الٰہی ہوتا تو اتنی عظیم ذات کے نازل کردہ کلام میں چھوٹی چھوٹی مثالیں نہ ہوتیں۔اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیتوں کے ذریعے ان پر رد فرمایا۔(تفسیر ابن عاشور)

﴿إن اللہ لایستحی أن یضرب﴾ میں (إن) حرف تحقیق ہے، (لایستحی) فعل مضارع منفی ہے جس کا مصدر (حیاء) ہے۔جو انسان کے نفس میں بدنامی کے ڈر سے برا کام کرنے سے جھجک پیدا ہو کر اس سے رک جانے کو کہا جاتا ہے۔(تفسیر البیضاوی، القرطبی)

لیکن بعض مفسرین نے اس کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر اس میں تأویل کرتے ہوئے (لا یستحی) کا مجازی معنی ذکر کیا ہے۔بعض نے (لا یترك، لایمتنع) یعنی اللہ تعالیٰ مثال بیان کرنا نہیں چھوڑتا، یا مثال بیان کرنے سے نہیں رکتا۔(القرطبی) اور امام ابن جریر نے (لا یخشیٰ) یعنی ''نہیں ڈرتا'' کو ترجیح دی ہے۔(الطبری)

(حیاء) کے حقیقی معنی مراد لینا ہی اہل سنت والجماعت کا منہج ہے، کیونکہ یہ اللہ پاک کی صفتوں میں سے ہے، جس کی تفصیل فائدہ نمبر (1) میں آرہی ہے۔

(أن یضرب مثلا ما) أی: (أن یصف ویبین مثلا ما) یعنی کسی مثال کو بیان کرنے اور ذکر کرنے سے۔(مثلاً) یہ (یضربَ) فعل کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور (مثل) کسی چیز سے کسی جانب میں مشابہت رکھنے والی چیز کو کہا جاتا ہے۔(ابن عاشور)

(مثلا ما) میں جو (ما) ہے، اس کو ابہامیہ کہا جاتا ہے جو نکرہ کے ساتھ آتا ہے اور یہ (مثلا) کی صفت ہے، جس میں ابہام اور عموم کا معنی پایا جاتا ہے۔اس کا معنی ہے: (مثلا أی مثل) یعنی کوئی بھی مثال ہو، جیسا کہ کہا جاتا ہے: (جئتك فی أمر ما) میں تیرے پاس کسی کام کے لئے آیا ہوں۔(تفسیر ابن عطیه، ابن العثیمین) اور امام ابن جریرؒ نے اسے

(ما) موصولہ قرار دیا ہے۔

(بعوضة): (ما) کا عطف بیان ہے۔امام قرطبیؒ نے اس میں مزید تین اعرابی وجوہ ذکر کیے ہیں۔اور (بعوضة) بَعَّضَ اللحمَ إذا قطعه سے مشتق ہے،اور (بعوضة) فعولة کے وزن پر مبالغہ ہے۔یعنی بہت زیادہ کاٹنے والا۔ بعوض اور خموش سے عام طور پر مچھر ہی مرادلیا جاتا ہے۔(تفسیر ابن عطیه، البیضاوی)

امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ (بعوض) بعض سے مشتق ہے اور یہ چھوٹے مچھر کو کہا جاتا ہے۔(بعوضة) اس لئے کہا گیا گویا کہ یہ مچھر کا بعض حصہ ہے۔(البغوی)

(فما فوقها) یہاں (فوق) کا لفظ بڑا اور چھوٹا دونوں کے لیے محتمل ہے۔یعنی مچھر سے بڑا ہو جیسے مکھی یا مکڑی وغیرہ یا اس سے چھوٹا ہو جیسے مچھر کا پَر وغیرہ۔(تفسیر ابن جریر، البیضاوی)

(فأما الذين آمنوا فيعلمون أنه الحق من ربهم) یہاں (أما) اجمال کی تفصیل کرتا ہے اور اس کے ضمن میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔لہٰذا اس کے جواب میں (فاء جزائیه) لایا گیا ہے۔(البیضاوی)

یعنی جب بھی اللہ تعالیٰ کوئی مثال بیان فرماتا ہے تو اہل ایمان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ان قرآنی مثالوں پر غور کرتے ہیں۔اگر ان پر اس مثال سے کوئی حکمت ظاہر ہو جائے تو ان کے ایمان میں مزید پختگی پیدا ہوتی ہے،اگر ان پر حکمت مخفی رہ بھی جائے،تب بھی اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کو حق سمجھتے ہیں۔لیکن جب اس طرح کی قرآنی مثال کافروں اور فاسقوں کے کانوں میں پڑتی ہے،تو ایمان لانے کے بجائے اللہ پر اعتراض کرنے لگتے ہیں۔

(فيقولون ماذا أراد الله بهذا مثلا) اللہ تعالیٰ اس مثال کے بیان کرنے سے کیا چاہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے کلام پر غور نہ کرنے سے ان پر حق ظاہر نہیں ہوتا، بلکہ ان کے کفر میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔(السعدی)

(ماذا أراد الله) میں (ما) اسم استفہام مبتدأ (ذا) اسم موصول خبر ہے۔بعض نے (ما ذا) دونوں کو ملا کر مبتدا اور (أراد الله بهذا مثلا) جملہ کو خبر کہا ہے۔(القرطبی)

(يضل به كثيرا ويهدي به كثيرا) ایک قول کے مطابق اس جملہ کے قائل منافقین ہیں،لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔کیونکہ منافقین یہ تسلیم نہیں کرتے کہ قرآن پاک میں کچھ ہدایت بھی ہے اور وہ اپنے آپ پر گمراہی کا حکم بھی نہیں لگاتے۔(الشوکانی) لہٰذا یہ جملہ مستأنفہ ہے۔اس کا قائل اللہ تعالیٰ ہے،اللہ پاک نے اس میں مثالوں کے بیان کرنے کی حکمت ذکر فرمائی ہے۔(به) سے (بهذا المثل) مراد ہے۔

(ویهدی به کثیرا) میں کثیراً: اکثر کے معنی میں نہیں ہے، کیونکہ اگر ہم ظاہری معنی مراد لیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ گمراہ اور ہدایت یافتہ لوگ دونوں تعداد میں برابر ہیں۔اور یہ بات حقیقت کے خلاف ہے، کیونکہ صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نجات پانے والا ہزار میں سے ایک آدمی ہوگا۔باقی نوسوننانوے ہلاک ہونے والے ہوں گے۔اس لئے یہاں (کثیراً) میں نسبتی کثرت کا معنی نہیں ہے۔(ابن العثیمین)اور ابن عاشور نے کہا کہ دونوں فریق اپنی اپنی جماعت میں کثیر ہوں گے۔اور بیضاویؒ نے اس اشکال کو حل کرتے ہوئے کہا کہ گنتی کے لحاظ سے گمراہ زیادہ، لیکن عزت اور شرافت کے لحاظ سے ہدایت یافتہ زیادہ ہیں۔ جیسا کہ شاعر نے کہا:

قلیل إذا عدوا كثير إذا شدوا

''وہ تعداد میں کم، لیکن جرأت دکھانے میں زیادہ ہیں۔''

(وما یضل به إلا الفاسقین) فاسق: ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اللہ کی اطاعت سے نکل جائے۔ فسق کے مادہ میں خروج کا معنی پایا جاتا ہے۔اسی لئے جب چوہا اپنے بل سے نکلتا ہے، تو کہا جاتا ہے:(فسقت الفأرة من جحرها) اور فسق کے دو معانی ہیں: (۱) کفر کرنا۔(۲) گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنا۔ زیر تفسیر آیت میں فاسقین سے مراد کفار اور اہل نفاق ہیں۔سلف سے یہی تفسیر منقول ہے اور یہ سیاقِ آیت کے ساتھ موافقت بھی رکھتی ہے۔(ابن جریر، ابن کثیر) اور سعد بن ابی وقاص ﷺ نے فاسقین میں خوارج کو بھی شامل کیا ہے۔(التفسیر الصحیح)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: اگر اس قول کی سند حضرت سعد ﷺ تک صحیح ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ تفسیر معنوی ہے اور خوارج کی وہ جماعت بھی فاسقین کے زمرے میں داخل ہے جنہوں نے نہروان میں حضرت علی ﷺ پر چڑھائی کی تھی، اور یہ لوگ اگرچہ نزول آیت کے وقت موجود نہ تھے، لیکن اپنے بدترین وصف کی وجہ سے معنوی طور پر یہ بھی فاسقوں میں شامل ہیں۔انہیں خارجی اس لئے کہا گیا کہ وہ امام برحق کی اطاعت سے نکل گئے تھے، (ابن کثیر) شریعت کی پابندی میں غلو کے مرتکب ہو گئے تھے۔

(الذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه) (ینقضون) نقض سے مشتق ہے۔(والنقض حل الشئ بعد إبرامه) کسی چیز کو مضبوطی سے باندھنے کے بعد اسے کھولنے کو نقض کہا جاتا ہے۔(ابن العثیمین، القرطبی) (المیثاق هو العهد المؤكد باليمين) یعنی قسموں کے ساتھ تاکید کیا ہوا معاہدہ۔(القرطبی) یعنی فاسق لوگ ہمیشہ اللہ پاک سے کئے ہوئے مضبوط معاہدوں کو توڑتے رہتے ہیں۔

(ویقطعون ما أمر اللہ بہ أن یوصل) میں (أن یوصل) کا معنی (لئلایوصل) ہوسکتا ہے، یعنی (کراھۃ أن یوصل) (أن) مصدریہ کے ساتھ مل کر مصدر کے معنی میں ہے۔ یعنی ماأمر اللہ بوصلہ جس کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اس کو توڑتے ہیں۔ اور یہاں (أن یوصل) اللہ تعالیٰ جس کو ملانے کا حکم دے، اس کے ملائے جانے کو ناپسند کرتے ہوئے اسے کاٹتے ہیں۔ (القرطبی)

(ویفسدون فی الأرض) ہر وہ قول وفعل جس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت ہو یا عقلی طور پر جو چیز اصلاحی امور کے مخالف ہو، وہ سب افساد فی الأرض میں شامل ہے۔ (الشوکانی)

(أولئک ھم الخاسرون) خاسر ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے برے اعمال اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے دنیوی واخروی فائدوں اور کامیابیوں کو کھو بیٹھتا ہے، جس کو اہل ایمان حاصل کرتے ہیں۔

(أولئک ھم الخاسرون) یہ جملہ اسمیہ ہے۔ (ھم) ضمیر فصل ہے، جس کے تین فائدے ہیں:

۱۔ جملے میں تاکید پیدا کرتا ہے۔ ۲۔ حصر کا معنی پیدا کرتا ہے۔ ۳۔ مبتدا کے بعد والے کلمے میں اس کے ماقبل مبتدا کی خبر ہونے یا اس کی صفت ہونے کا احتمال ہوتا ہے، ضمیر فصل کا فائدہ یہ ہے کہ وہ مابعد والے کلمے سے صفت ہونے کے احتمال کو ختم کر کے خبر ہونے کو متعین کرتا ہے۔ (ابن العثیمین)

پس اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جس شخص میں مذکورہ بدترین صفات موجود ہوں، بیشک صرف وہی لوگ دائمی خسارے میں پڑنے والے ہوں گے۔

حضرت ابوالعالیہؒ فرماتے ہیں: جب منافقوں کو غلبہ حاصل ہو تو اس وقت ان کی چھ خصلتیں ظاہر ہوتی ہیں:

(۱) جھوٹ بولنا۔ (۲) وعدہ خلافی کرنا۔ (۳) امانت میں خیانت کرنا۔ (۴) اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے مضبوط عہدوں کو توڑنا۔ (۵) اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کے ملانے کا حکم دیا ہو، انہیں کاٹ دینا۔ (۶) زمین میں فساد پھیلانا۔

لیکن جب منافقین مغلوب رہتے ہیں تو وہ پہلے تین خصلتوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (تفسیر ابن جریر، ابن کثیر، التفسیر الصحیح)

دونوں آیات مبارکہ سے مستنبط چند فوائد

فائدہ نمبر:1 اللہ تعالیٰ کے لئے صفت (حیاء) کا اثبات:

زیر تفسیر آیت میں اللہ پاک نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حق کی وضاحت کیلئے کسی مثال کے بیان کرنے سے حیا نہیں کرتا، خواہ مثال مچھر جیسی حقیر چیز ہی کی کیوں نہ ہو۔اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بے مقصد مثال بیان کرنے سے اور ذات اقدس کے ساتھ مناسبت نہ رکھنے والے اقوال اور افعال سے حیا فرماتا ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے صراحۃً اللہ تعالیٰ کیلئے صفت (حیاء) کو ثابت فرمایا ہے: (إن ربكم حيي كريم يستحي من عبده إذا رفع يديه إليه أن يردهما **صفرا**)(سنن ابی داؤد ، کتاب الوتر، باب الدعاء، ۱/ ۴۰۹ حدیث:۱۴۸۸)

لیکن اللہ تعالیٰ کی حیا مخلوق کی حیا کی طرح نہیں ہے۔کیونکہ صفت شرم وحیا بعض اوقات انسان کی عاجزی اور کمزوری پر دلالت کرتا ہے، مثلاً طلبِ علم یا نہی عن المنکر سے باز رکھنے والی حیا۔اس لئے اگر کوئی انسان غیر مناسب موقعوں پر بھی حیا کرتا ہے، تو یہ اس میں ضعف اور نقص تصور کیا جائے گا۔(ابن العثیمین)

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کمال عدل وقدرت اور کمال رحم وکرم کی بنیاد پر حیا کرتا ہے، جو ہرگز بے موقع نہیں ہوسکتا۔

فائدہ نمبر 2: قرآنی امثال کی حکمتیں

ضرب الامثال کے فوائد اور حکمتوں سے کوئی عاقل ناآشنا نہیں رہ سکتا، کیونکہ مثال حقیقت حال کی توضیح کرتے ہوئے اسے محسوس کا رنگ دیتی ہے۔اس لئے کتب الٰہیہ کے علاوہ دانشوروں کے اقوال اور حکماء وادباء کے معروضات میں بھی ضرب الامثال کثرت سے پائے جاتے ہیں۔(البیضاوی)

اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بڑی حکیم ذات ہے، اس لئے آپ جو بھی کام کرتا ہے وہ حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔قرآن کریم میں جتنے ضرب الامثال ہیں، ان میں بہت سی حکمتیں اور فوائد مضمر ہیں۔مؤمنین ان حکمتوں کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں اور ان پر ایمان لاکر ہدایت یافتہ ہوتے ہیں، لیکن کفار ومنافقین ان مثالوں کا مذاق اڑا کر گمراہ ہوجاتے ہیں۔

حافظ ابن القیمؒ فرماتے ہیں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں چالیس سے زیادہ امثال بیان فرمائے ہیں اور ان میں بڑے فائدے ہیں۔چنانچہ قرآن میں جتنی مثالیں ہیں، ان میں ممثل اور ممثل لہ دونوں کے حکم میں ضرور مشابہت ہوتی ہے۔اسی طرح ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ معقول چیز کو کسی محسوس چیز کے ساتھ مثال دے کر اس کی توضیح، تقریب اور ترسیخِ معنی میں مدد دیتی ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں کہ شرعی دلائل سے صحیح استدلال جاننے والے عالم کے لئے تعبیر رؤیا کا باب بہت بڑے اصول

اور قاعدے کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسی طرح قرآنی مثال میں قیاس کی حجیت کے لئے بھی دلیل ہے۔ کیونکہ امثال اور قیاس میں مشترک چیز یہ ہے کہ کسی فرعی مسئلے کو اس کے کسی نظیر اور مشابہ مسئلے کے ساتھ الحاق کرنا ہوتا ہے۔ (إعلام الموقعين ١/١٣٢،١٤٨،١٨٤)

الشیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جتنی مثالیں قرآن میں بیان ہوئی ہیں، وہ سب قیاس کیلئے دلیل ہیں۔ (تفسیر ابن العثيمين) لیکن قیاس اسی وقت حجت بن سکتا ہے جب کسی مسئلے میں قرآن، حدیث اور اجماع سے کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآنی امثال میں بہت زیادہ فوائد اور حکمت کی باتیں ہیں۔ اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ان میں غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔﴿ **وتلك الأمثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون** ۞ ﴾ (الحشر: ٢١)

بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مثال سمجھنے والوں کو ہی عالم قرار دیا ہے۔ اس لئے بعض سلف فرمایا کرتے تھے کہ جب میں کسی قرآنی مثال کو نہ سمجھ سکوں تو میں اپنے نفس پر افسوس کرتے ہوئے روتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿ **وتلك الأمثال نضربها للناس وما يعقلها إلا العالمون** ۞ ﴾ (العنكبوت: ٤٣) ''ان مثالوں کو لوگوں کے لئے ہم بیان کرتے ہیں اور علماء کے علاوہ کوئی انہیں نہیں سمجھتا''۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں: مثالیں خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی، ایمان دار لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور انہیں حق جانتے ہیں اور ان سے ہدایت پاتے ہیں۔ (تفسیر ابن كثير)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنی مثالوں کے فوائد اور حکمتوں کا علم عطا کر کے اہل ایمان اور اہل علم کے زمرے میں شامل کرے۔

فائدہ نمبر: 3 مثالوں میں ''مچھر'' کے ذکر کی حکمت

مشہور مفسر حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتا ہے کہ مچھر اللہ کی سب سے کمزور مخلوق ہے۔ (ابن جریر)

اللہ تعالیٰ کی کمزور ترین مخلوق ہونے کے باوجود اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسی کو ظالم اور جابر بادشاہوں کی ہلاکت کا سبب بھی بناتا ہے۔ (ابن العثيمين) جس طرح نمرود پر اسے مسلط کیا گیا تھا۔

حضرت ابوالعالیہؒ وغیرہ فرماتے ہیں: آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مچھر کو ایک مستقل مثال کے طور پر بیان فرمایا ہے، کیونکہ مچھر جب تک بھوکا رہے زندہ رہتا ہے، لیکن جب اس کا پیٹ بھرتا ہے اور موٹا تازہ ہوجاتا ہے اس وقت وہ

مرجاتا ہے۔اسی طرح کافروں کی مثال بھی ہے۔جب یہ لوگ دنیاوی نعمتوں کودل کھول کر حاصل کر لیتے ہیں اس وقت اللہ کی پکڑ آجاتی ہے۔جیسے کہ اللہ پاک نے فرمایا﴿ فلما نسوا ما ذکروا به فتحنا علیهم أبواب کل شئ حتی إذا فرحوا بما أوتوا أخذناهم بغتة فإذاهم مبلسون ﴾(الأنعام:٤٤)''جب انہوں نے نصیحت الٰہی کو بھلادیا تو ہم نے ان پر ہر چیز (نعمتوں) کے دروازے کھول دیے۔یہاں تک وہ انہیں دی گئی نعمتوں پر اِترانے لگےتو اچانک ہم نے انہیں گرفتارِعذاب کرلیا،پھروہ فوراًمایوس ہوگئے۔''(ابن کثیر،التفسیر الصحیح)

فائدہ نمبر:4 ایمان کی فضیلت اور کافروں کی مذموم عادت کا بیان

مؤمنوں کے پاس ایسا مضبوط ایمان ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اللہ پاک کے ہر فرمان پر سرِتسلیم خم کرتے رہتے ہیں اور وہ کبھی اللہ پاک کی نازل کردہ شریعت میں کسی چھوٹے سے حکم پر بھی اعتراض نہیں کرتے۔اللہ پاک کے کسی حکم کو سن کر یہ کیوں؟ کیسے؟ وغیرہ نہیں کہتے، بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے سامنے'' آمنا وصدقنا ، سمعنا وأطعنا'' کہتے ہیں۔کیونکہ مؤمن کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور فیصلوں میں کوئی نہ کوئی بڑی حکمت ضرور ہوتی ہے،اسی لئے یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مؤمنین کی اسی اہم ترین صفت کواجاگر کرتے ہوئے ان کی تعریف فرمائی:﴿ فأما الذین آمنوا فیعلمون أنه الحق من ربهم ﴾ان کے برخلاف اہل کفرونفاق کی عادت انتہائی قابل مذمت ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کے احکام اور حکمتوں کو سمجھے بغیر مذاق اوراعتراض کرتے ہیں۔اس لئے جو شخص بھی اللہ پاک کے کسی حکم پراعتراض کرے،اس میں کفار سے مشابہت پائی جاتی ہے۔(تفسیر ابن العثیمین)

یہاں قرآن وحدیث سے مستنبط ایک اہم قاعدہ ذکر کرنا مناسب ہے، جسے شیخ الاسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا(المشهور بین أهل السنة والجماعة أنه لایقال فی صفات الله عزوجل ''کیف؟'' ولا فی أفعاله ''لِمَ؟'') (نقض التأسیس ١٩٧/١، انظردرء التعارض بین العقل والنقل ٣٥/٢) ''اہل سنت والجماعت میں یہ مشہور مسلمہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات سن کراس کی کیفیت کے بارے میں سوال کرنا جائز نہیں،اسی طرح اللہ پاک کے افعال میں ''کیوں؟'' کا سوال بھی جائز نہیں۔'' کیونکہ اللہ کی ذات اقدس ایک ایسی ہستی ہے جس کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ لیکن اللہ کی مخلوق سے ان کے افعال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔﴿لا یسئل عما یفعل وهم یسئلون ﴾(الأنبیاء:٢٣)

فائدہ نمبر:5 انسان کی گمراہی اس کے اپنے شامت اعمال کی وجہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی بدنیتی اور برے کرتوت کے بغیر صرف اپنے ارادے اور مشیت سے گمراہ نہیں کرتا۔ بلکہ اللہ پاک نے بندے کو عقل اور سمجھ دیا ہے، جس کی بنا پر اس کے پاس بھی مستقل ارادہ ہوتا ہے۔لیکن جب بندہ اپنے فہم وفراست کو حقیقی کامرانی کے حصول کے لیے استعمال نہیں کرتا اور راہ حق سے بھٹک جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کر دیتا ہے۔ اسی لئے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ وما یضل بہ إلا الفاسقین ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہی گمراہ کرتا ہے۔ (تفسیر ابن العثیمین) حضرت قتادہؒ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: (فسقوا فأضلھم اللہ علیٰ فسقھم) یعنی جب وہ فسق وفجور کا ارتکاب کرتے ہیں (اور توبہ نہیں کرتے) تو اللہ تعالیٰ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو گمراہ کرتا ہے۔

(تفسیر ابن جریر، التفسیر الصحیح)

اسی معنی کو اللہ تعالیٰ نے مختلف جگہوں پر ذکر فرمایا ہے: ﴿ فلما زاغوا أزاغ اللہ قلوبھم ﴾ (الصف:٥) یعنی جب وہ علم رکھنے کے باوجود حق سے اعراض کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو مستقل طور پر ہدایت سے پھیر دیتے ہیں۔ ﴿ونقلب أفئدتھم وأبصارھم کما لم یؤمنوا بہ أول مرۃ ونذرھم فی طغیانھم یعمھون ۝﴾ (الأنعام:١١٠) ”اور ہم بھی ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے، جیسے یہ لوگ اس پر پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے۔ اور ہم انہیں اپنی سرکشی میں حیران بھٹکنے دیں گے“۔ تو اس کا وبال ان پر اس طرح پڑا کہ آئندہ بھی ان کے ایمان لانے کی توفیق کا امکان ختم ہوا۔

تنبیہ: کسی سے کوئی گناہ کا کام سرزد ہوجائے تو اسے جلدی توبہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ گناہ پر ندامت نہ ہونے کی شامت میں بطور سزا وہ دوسرے گناہ کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ اس طرح اس کا دل رفتہ رفتہ سخت ہوکر اللہ کی رحمتوں سے دور ہوجاتا ہے۔ فنعوذ باللہ من قسوۃ القلوب۔

فائدہ نمبر٦ فاسقوں کی تین مذموم ترین عادتیں

زیر تفسیر آیت مبارکہ میں ”فاسق“ سے مراد کافر ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوصاف میں فرمایا: ﴿ الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما أمر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الأرض﴾ اور یہ اوصاف کفار کے ہیں۔ مسلمانوں کے اوصاف اس کے بالکل

مختلف ہوتے ہیں۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ أفمن یعلم أنما أنزل إلیک من ربک الحق کمن هو أعمیٰ إنما یتذکر أولوا الألباب ۞ الذین یوفون بعهد الله ولاینقضون المیثاق ۞ والذین یصلون ما أمر الله به أن یوصل و یخشون ربهم و یخافون سوء الحساب ۞﴾ پھر مؤمنین کے چند اور اوصاف حمیدہ ذکر فرما کر ان کو جنت کی خوشخبری دی۔پھر کفار کے اوصاف ذمیمہ ذکر فرمائے:﴿ والذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه ویقطعون ما أمر الله به أن یوصل و یفسدون فی الأرض أولئک لهم اللعنة ولهم سوء الدار ۞﴾(سورۃ الرعد ۱۹۔۲۵)

کفار کی جو صفات زیر تفسیر آیت میں بیان ہوئی ہیں، وہ تین ہیں:

۱۔ ینقضون عهد الله من بعد میثاقه: ''یہ لوگ اللہ پاک سے کیے ہوئے مضبوط معاہدوں کو توڑتے ہیں''۔یہ کون سے معاہدے ہیں؟ اس بارے میں مفسرین کے مختلف آراء ہیں:

(أ) یہاں عہد سے مراد وہ وصیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبانی اپنے بندوں سے لی تھی، جو اللہ کے تمام احکامات بجالانے اور تمام منہیات سے بچنے پر مشتمل تھی۔اس کا توڑ دینا اس پر عمل نہ کرنا ہے۔

(ب) یہاں عہد توڑنے والے اہل کتاب کے کافر اور منافق ہیں۔اور وہ عہد مراد ہے، جو ان سے تورات میں لیا گیا تھا کہ تورات پر پابندی سے عمل کریں اور جب آخری نبی ﷺ تشریف لائیں، تو اس پر ایمان لائیں اور اتباع کریں۔اس عہد کو توڑ دینا یہ ہے کہ انہوں نے علم رکھنے کے باوجود آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور دنیاوی مصلحتوں کو مقدم رکھ کر اس عہد کو چھپایا۔حافظ ابن جریر الطبریؒ نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

(ج) ان عہد شکن لوگوں سے مراد کوئی خاص جماعت نہیں، بلکہ تمام اہل شرک و کفر و نفاق ہیں۔اور عہد سے مراد اللہ کی توحید اور اس کے فرستادہ نبی کی نبوت کا اقرار کرنا ہے۔جس پر واضح نشانیاں اور بڑے بڑے معجزے موجود ہیں، اور اس کا توڑ دینا توحید و سنت سے منہ موڑنا ہے۔

(د) یہاں عہد سے مراد میثاقِ (ألست) ہے، جس میں صلب آدم سے نکالنے کے بعد تمام آدمیوں سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور ربوبیت کا اقرار لیا تھا۔﴿ وإذ أخذ ربک من بنی ادم من ظهورهم ذریتهم

واشهدهم ..... ﴾(الأعراف ۱۷۲) اور نقض عہد کا مطلب عہد کی پروا نہ کرنا ہے۔ لیکن سورہ اعراف کی اس آیت سے عہد (ألست) کی دلیل لینے میں علمائے سلف کا اختلاف ہے۔

(ھ) عہد وپیمان کی مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ بندوں کے مابین طے شدہ جائز معاہدے بھی اس حکم میں شامل ہیں۔ چونکہ آیت مبارکہ میں عموم ہے، اس لئے یہ قول زیادہ راجح ہے۔ (تفسیر ابن عطیه ، السعدی)

فاسقوں کی دوسری صفت: ﴿**والذين يقطعون ما أمر الله به أن يوصل**﴾ یعنی کفار کی عادتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس تعلق کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اسے توڑ دیتے ہیں۔ اس کی تفسیر میں بھی علماء کے مختلف آراء ہیں:

(أ) اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ مکلّف انسان کے قول وفعل میں مطابقت ہونی چاہیے، لیکن کافروں اور منافقوں نے اس کی مخالفت کی۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیهم السلام پر ایمان لانے کو لازمی قرار دیا، لیکن یہودیوں اور عیسائیوں نے اس کی مخالفت کر کے بعض پر ایمان لایا اور بعض سے کفر کیا۔ (تفسير القرطبی)

(ج) بعض مفسرین نے اس سے مراد قطع رحمی یعنی رشتہ ناطہ سے قطع تعلق اور بدسلوکی مراد لیا ہے۔ اور حافظ ابن جریرؒ الطبری نے اسی رائے کو پسند فرمایا ہے۔ (تفسير الطبری) جمہور مفسرین نے عمومِ لفظ سے استنباط کرتے ہوئے قطع تعلق کی تمام صورتوں کو شامل کیا ہے، اور قطع رحمی کو اس کا ایک اہم جز قرار دیا ہے۔ (تفسير القرطبی)

قرآن وسنت میں صلہ رحمی کی بہت زیادہ اہمیت اور فضیلت آئی ہے۔ نبی علیه الصلاة والسلام نے فرمایا **(من سره أن يبسط له في رزقه وأن ينسأ له في أثره فليصل رحمه)** (صحيح البخاری کتاب الأدب ،باب من بسط له في الرزق لصلة الرحم) ''جو شخص یہ چاہے کہ اس کی روزی میں کشادگی اور عمر میں درازی ہو، وہ اپنے رشتہ ناطہ والوں سے اچھا سلوک کرے۔'' اسی طرح قطع رحمی کرنے والوں کے لئے بھی سخت وعید آئی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **(لا يدخل الجنة قاطع)** (صحيح البخاری کتاب الأدب ،باب اثم القاطع) ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا''۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ایمان اور اظہار عبودیت کے ذریعے اپنا تعلق اس کے ساتھ استوار کریں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کریں، وہ اس طرح کہ ان پر ایمان لائیں، ان سے محبت کریں، اور ان کی اتباع کریں۔ اسی طرح والدین، خویش واقارب، دوست واحباب اور تمام بندگان الٰہی کے ساتھ حسب مراتب اپنا رشتہ صحیح رکھیں اور سب کے

حقوق ادا کریں۔لیکن اہل فسق ان تمام رشتوں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں،اوران کے حقوق پامال کرتے ہیں۔(تفسیر السعدی،تیسیر الرحمن لبیان القرآن) اسی عمومی مفہوم کو جمہور علماءؒ نے ترجیح دی ہے۔

فاسقین کی تیسری عادت: ﴿ ویفسدون فی الأرض ﴾ ان کی ایک بدترین صفت یہ ہے کہ وہ زمین میں فساد مچاتے ہیں۔یہاں إفساد فی الأرض میں معنوی اور حسی دونوں فساد شامل ہیں۔معنوی فساد سے مراد تمام نافرمانیاں اور معاصی ہیں۔اس میں کفر و شرک، بدعات وخرافات اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تمام نافرمانیاں داخل ہیں۔(الطبری،ابن العثیمین) اور ظاہری فساد میں تمام قسم کی دہشت گردی،تخریب کاری اور قتل،ڈھاکے،چوریاں وغیرہ شامل ہیں۔(تفسیر ابن العثیمین) اور اس قسم کی جن کارروائیوں کو''**امن واستحکام قائم کرنے کی مخلصانہ بین الاقوامی کوشش**'' کا جامہ پہنایا جائے،وہ اس کی بدترین صورت ہے۔

دونوں آیتوں کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام مذموم صفتوں سے متصف لوگوں کے برے انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:﴿ أولئک هم الخسرون ﴾ یہی لوگ دنیا اور آخرت میں حقیقی نقصان اٹھانے والے ہیں،جن کے لئے نجات اور فائدہ کا معمولی حصہ بھی نہیں۔العیاذ باللہ!

تنبیہ: مذکورہ دونوں آیتوں میں جتنی بدترین عادتوں کا تذکرہ آیا ہے،یہ سب اگرچہ اہل کتاب،مشرکین اور منافقین کے بارے میں اتری ہیں،لیکن اس میں جہاں ان کے لئے توبیخ اور زجر ہے،وہاں مؤمنوں اور مسلمانوں کے لئے بھی تحذیر اور نصیحت ہے کہ وہ کفارِ بدکردار کے ان برے کاموں سے اپنے دامن کو بچاتے رہیں۔ جو بھی مسلمان ان مذموم صفتوں میں کفار کے ساتھ شریک ہوجائے تو وہ اس وعید میں بھی کفار کے ساتھ شریک ہوگا۔أعاذنا اللہ

❁❁❁❁❁❁❁

خلیل بن احمد الفراھیدی نے سب سے پہلے حروفِ تہجی کو ایک ہی شعر میں جمع کیا:

صف خلق خود کمثل الشمس اذا بزغت

یحظی الضجیج بها نجلاء معطار